⊙ ابرارخٹک

اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج،نوشہرہ

⊙ یاسرذیشان

لیکچرر،شعبہ اُردو، گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج،سیال کوٹ

اردواملا کاارتقااورمولوی نذیراحمد کارسالہ رسم الخط: تحقیقی وتنقیدی جائزہ

Abstract:

Deputy Nazeer Ahmad is widely known for his novels and translated works in Urdu language and literature. His book "Rasm ul Khat"was among the first ever books of Urdu orthography published in 1877.In his book; the author has discussed Urdu letters of the alphabet, their composition in words and different shapes of an Urdu letter in different uses. Moreover, the author has also introduced new terms in Urdu orthography .the book primarily covers elementary and tertiary level activities of Urdu orthography for native and foreign learners. However some disputed notions also exist in the book about alphabets and their uses in Urdu language. The researcher has attempted a critical and research based study of the book in this paper.

Keywords:

Nazeer Imla Rasm-ul-khat Language Linguistics Urdu

رسالہ رسم الخط ازمولوی نذیراحمد پہلی بارعلی گڑھ سے ۱۸۷۷ء(۱) میں چھپا جب کہ دیباچے کے ساتھ دہلی سے ۱۹۱۲ء(۲) میں شائع ہوا تھا۔اس کی اشاعت کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ”میں مدتیں ہوئیں اس رسالے کورو بیٹھا تھا،نذیرحسین تاجرِ کتب کے اصرار سے مکرر چھپوانے کی اجازت دے دی“(۳) سرورق پرقرآن کی آیت: ”وہ بڑا اکرم ہے ،جس نے علم سکھایا قلم سے،سکھایا آدمی کو جونہیں جانتا تھا“(۴) مع ترجمہ لکھی ہوئی ہے۔پھر یہ جملہ: ”دیباچہ پڑھوتو معلوم ہوکہ یہ کیا چیز ہے“ لکھا ہے جب کہ عنوان یوں لکھا ہے: ”رسم الخط یعنی قواعدِ املا وانشائے خط عربی،فارسی واردو“ مصنفہ

مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب بہادر، سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو، ریاست حیدر آباد دکن، حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام ۱۹۱۲، نذیر حسین، نظام الرحمٰن تاجرانِ کتب کی فرمائش سے صدیقی پریس دہلی سے منشی فضل حسین کے اہتمام سی [سے] چھپا(۵)۔

دیباچے کے صفحات کو الف، ب، ج کی بجائے ۱، ۲، ۳ سے شمار کیا گیا ہے، اسی لحاظ سے اگلے صفحات کی ترتیب بھی رکھی گئی ہے. مولوی نذیر احمد کی دیگر اصلاحی یا تدریسی کتب کی طرح یہ رسالہ بھی طلبہ و اساتذہ کی رہنمائی کے لیے لکھا گیا ہے، جیسے کہ وہ خود لکھتے ہیں:

''میری تصنیف و تالیف کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب میرے بچے تعلیم کے قابل ہوئے۔ آخر آپ پڑھا تھا، پڑھایا تھا. سر رشتہ تعلیم کی نوکری کے ذریعہ پڑہنے پڑہانے [پڑھنے پڑھانے] کی نگرانی کی تھی۔ طریقہ تعلیم کے خلل اور کتابوں کے نقص مجھکو [مجھ کو] ذرا ذرا معلوم تھے۔ آنکھوں دیکھے مکھی نگلی نہیں جاتی۔ میں نے اپنے طور کی کتابیں بنائیں اور آپ ہی پڑہائیں [پڑھائیں]۔''(۶)

طلبہ، اساتذہ اور زبان سیکھنے والوں کے لیے اس رسالے کی اہمیت کے متعلق ان کا خیال تھا:

''میرے نزدیک یہ رسالہ اس قدر ضروری ہے کہ کوئی مکتب، کوئی سکول اس سے مستغنی نہیں۔ اس لیے کوئی اردو، فارسی عربی پڑہنے [پڑھنے] والا مبتدی اس سے بے نیاز نہیں...... اہل یورپ جن کو مشرقی زبانیں سیکہنی [سیکھنی] پڑتی ہے کہیں مدتوں میں جا کر زبان تو ٹوٹی پھوٹی بولنے لگتے ہیں مگر کتابتہ [کتابت] پر بالکل قادر نہیں ہوتے۔ ان کو ان قواعد کا سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ بشرطیکہ جو منشی ان کو پڑھاتا ہے ان قواعد کو خود سمجھکر [سمجھ کر] ان کو سکھا دے۔''(۷)

اگرچہ اردو املا کے مسائل و مباحث کی تاریخ و روایت (۸) کے مطالعے سے مختلف کتب، تذکروں اور خطوط میں علما کے نظریات، تصریحات اور اصلاحات ملتی ہیں تاہم اس رسالے کا شمار باضابطہ اردو املا کے موضوع پر شائع ہونے والی اولین اور ابتدائی کاوش میں ہوتا ہے۔ باوجود انشا و املائے عربی و فارسی کے حوالوں کے یہ براہِ راست اردو املا کے موضوع سے متعلق ہے، جیسے کہ وہ خود بھی لکھتے ہیں:

''تاہم (درست املا) بے تکمیلِ استعداد تحریر کے صحیح ہو جانا ممکن نہیں۔ دوسری مشکل (کم استعمال ہونے والے الفاظ کا املا) جو پہلی مشکل (زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ کا املا) کی نسبت نہایت سہل ہے قواعدِ ترکیبِ حروف سے ناواقف ہونا ہے۔ یہ قواعد نہ تو کسی کتاب میں جمع ہیں اور نہ مبتدی لڑکوں کو بتائے اور سکھائے جاتے ہیں۔''(۹)

حرف، رکن اور لفظ کی صورت گری اور ترکیب حروف کے مسائل کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو میں ابجد کے حروف مفرد کی اصل صور؟ [صورت] ترکیب میں ایسی بدل جاتی ہے کہ مبتدیوں کو شناختِ حروف میں بڑی دشواری واقع ہوتی ہے اور وہ دشواری جو مبتدیوں کو

عبارِ اردو [عبارتِ اردو) کے لکھنے میں پیش آتی ہے بہت زیادہ ہے اس دشواری سے جو پڑہنے [پڑھنے] میں ان کو تحمل کرنا پڑتی ہے۔۔ذہین لڑکے عبار اردو [عبارتِ اردو] کا پڑھنا جلد سیکھ جاتے ہیں لیکن ان کی کتابتہ [کتابت] مدتوں تک درست نہیں ہوتی...... یہ رسالہ اس غرض سے تالیف نہیں ہوا کہ لڑکے اس کو پڑہیں [پڑھیں] بلکہ اس مطلب سے کہ معلم اس رسالے کے قواعد زبانی طور پر لڑکوں کو سمجہائیں [سمجھائیں] اور سکھائیں۔"(۱۰)

رسالے کا بنیادی موضوع املا ہے تاہم اس کا نام رسم الخط رکھا گیا ہے۔اردو املا کے موضوع پر لکھتے ہوئے رسم الخط اور املا میں ہمیشہ مغالطہ رہا ہے، رسم الخط کے مباحث کو املا اور املا کے مباحث کو رسم الخط تصور کرنا ہماری روایت کا حصہ رہا ہے اور بڑے بڑے علما اس غلطی کا شکار رہے ہیں۔مناسب ہوگا کہ پہلے ہم رسم الخط اور املا کے امتیاز کا تعین کرتے ہوئے اُن کے درمیان فرق واضح کریں۔

رشید حسن خاں کے مطابق رسم الخط سے مراد کسی زبان کے مخصوص حروف کے ذریعے تحریری اظہار ہے، یا رسم الخط کسی زبان کے لکھنے کی معیاری صورت کا نام ہے(۱۱)۔املا دراصل لفظوں میں صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ رسم الخط کہلاتا ہے(۱۲)۔رسم الخط کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت کا نام ہے جبکہ صحت سے لکھنے کا نام املا ہے(۱۳)۔اردو کے رسم الخط کے مطابق لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں شامل حروف کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا متعارف طریقہ؛ ان سب کے مجموعے کا نام املا ہے(۱۴)۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے خیال میں املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، وہ رسم الخط کہلاتا ہے(۱۵)۔

مولوی نذیر احمد نے اس رسالے میں املا یا لفظ کی تصویر کشی ہی کو بنیادی موضوع بنایا ہے نہ کہ رسم الخط کو۔یہ آموزشی اور تحریری سرگرمیوں کا احاطہ کرتی ہے۔حروف کی شکل، ابتدائی، وسطی اور آخری شکل، جوڑ، رکن بنانا وغیرہ۔اس لحاظ سے یہ اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کاوش کہلانے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔انھوں نے حروف تہجی، ہم آواز حروف، اردو میں مستعمل عربی اور فارسی کے حروف، حروف کی اصلی صورت کا ترکیب میں بدلنا، قواعد ترکیبِ حروف، مختلف حروف کی اصلیت و استعمال اور متفرق قاعدوں میں بعض اہم تصریحات بھی پیش کی ہیں جن کا احاطہ اور ہمہ جہت جائزہ دلچسپی کا باعث بنے گا۔

حروف تہجی کے متعلق اہم نکات:

تحریر عبارت کی مشکلات میں سے ایک مشکل ہم مخرج حروف میں امتیاز ہے، جیسے: ث، س، ص، ت، ط، ذ، ز، ض، ظ، ح، ہ، ع، ا(۱۶)۔

مولوی نذیر احمد نے ہم مخرج کی اصطلاح استعمال کی ہے، جب کہ یہ متشابہ آوازوں کے حامل ہیں۔عربی کے نظام تجوید اور جدید لسانیات کی رو سے بھی یہ حروف الگ الگ مخارج کے حامل ہیں اور یہ مختلف آوازیں کہلائی جاتی ہیں نہ

کہ ہم مخرج۔

مولوی نذیر احمد نے عربی، فارسی اور اردو حروفِ تہجی کو الگ الگ کیا ہے تاکہ مبتدی ان کا فرق جان سکیں۔ فارسی کیگ، چ، پ لکھے ہیں تاہم ژ کا ذکر نہیں کیا۔ حروف کی شکلیں یوں دی ہیں: ا، ب، پ، ت، ٹ، ث، ج، چ، ح، خ، د، ڈ، ذ، ڈ، ر، ڑ، ذ، ژ، س، ش (کش والا) ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ک (کہ) گ، ل، م، ن، و، ہ، ھ، ء، ی، ے۔ حرف کاف کو لوگ دو صورتوں میں لکھتے ہیں ک اور کہ، لیکن صحیح صور (صورت) ک ہی [ہے] اور ک نرا کاف نہیں بلکہ وہ کاف مکسور ہی [ہے] جس کا زیر ظاہر کرنے کو (ہ) کا شوشہ آخر میں لگا دیا جاتا ہے(۱۷)۔

مولوی نذیر احمد نے حروف تہجی میں ''ک'' کے ساتھ ''کہ'' لکھا ہے تاہم یہ روایت بہت کم رہی ہے، مولوی عبدالحق کے مطابق اردو میں ''کہ'' حرفِ بیانیہ ہے، اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے: میں سمجھا کہ اب وہ نہ آئے گا(۱۸)۔

جو حروف شکلیں بدلتے اور جو نہیں بدلتے: ا، ب، ج، د، ر، س، کش والا س، ص، ط، ع، ف، ق، ک، ل، م، ن، و، ھ۔ جو نہیں بدلتے: ا، و، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ط، ظ، و، ھ؛ ۱۱ حروف۔ جو الفاظ شکل نہیں بدلتے ان کے لیے ''برحال خود'' کی اصطلاح استعمال کی ہے(۱۹)۔

اس سلسلے میں انھوں نے تختیاں بنا کر عملی مثالوں کے ذریعے مشقی سرگرمیاں کی ہیں۔ بچوں کی دلچسپی اور شوق کے مطابق ان کی عمر اور ابتدائی تدریسی وآموزشی مقاصد واہداف کو ملحوظ رکھ کر ان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا ہے۔ مثلاً مرغا، چوہا، گرگٹ، بط، مرغابی، باجرہ وغیرہ(۲۰)۔ گویا تصویری (Pictorial) مثالیں دی ہیں۔

مولوی نذیر احمد نے حروف کی پوری، جزوی شکلیں بنا کر طلبہ اور اساتذہ کو منطقی انداز سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کا طریقہ تحریر ہی نہیں بلکہ تعلیمی نفسیات، تدریس وآموزش کے بنیادی اصولوں کے بھی عین مطابق ہے اور ان کے فہم وذکاوت کی دلالت کرتے ہیں۔

ہم شکل حروف:

> ''اگر حرفوں کی تختی پر اس اعتبار سے نظر کی جائے کہ کن حرفوں کی صور [صورت] ایک دوسرے سے ملتی ہے تو ب، پ، ت، ٹ، ث ایک شکل کے ہیں صرف نقطے یا نشان کا فرق ہے۔ جو اصلی شکل سے خارج ہی [ہے]۔ اس طرح ج، چ، ح، خ اور د، ڈ، ذ ر، ڑ، ز، ژ، اور ص، ض، ط، ظ اور ع، غ اور ک، گ ایک صور [صورت] کے ہیں۔ س اور ش حرف بھی دو اور صورتیں بھی دو۔ مگر استعمال میں س نقطہ دار ش اور س بے نقطہ س پڑھا جاتا ہے۔ جتنے حرفوں کی صورتیں ملی ہوئی ہیں ان کے لکہنے [لکھنے] اور دوسرے حرفوں سے انکو ترکیب دینے اور ملانے کا قاعدہ بھی یکساں ہے۔''(۲۱)

ہم شکل حروف اردو کی بے مثل خوبی ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ ب، پ، ت، ٹ، ث گویا ریل گاڑی چل رہی ہے، ج، چ، ح، خ گویا لقا کبوتروں کی ایک قطار ہے، ہمارے حروف تہجی میں قانونِ مشابہت ہے جس نے تخیل اور

تعجب کو بیدار کیا ہے، جو شناخت کے اعتبار سے مفید ہے۔ ہمارے رسم الخط میں ابتدائی تدریس کے نقطہ نظر سے Romance اور Wonder ہے (۲۲)۔

مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں کہ حروف جب تک مفرد ہیں یعنی اکیلے ہیں ان کو پوری شکل ہی لکھنا چاہیے لیکن جب ان کو ترکیب دی جائے یعنی دوسرے حرفوں سے ملائے جائیں تو ان کی صور [صورت] مختصر ہو کر بدل جاتی ہے۔ پھر بھی اصلی صور [صورت] کا نشان باقی رہتا ہے۔ جو تختی لکھی جاتی ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہر ایک حرف کی اصلی اور پوری صور [صورت] میں سے ترکیب میں کیا باقی رہتا اور کیا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس قدر چھوٹ جاتا ہے نقطوں سے بنا دیا جاتا ہے (۲۳)۔ گویا جدید دور میں تحریر کی ابتدائی سرگرمیاں، فضا میں، ریت یا مٹی پر انگلی سے لکھنا، لمس کے ذریعے حرف کی تحریر کی پہچان اور ورک بک کی تحریری سرگرمیاں اسی منطق پر قائم ہیں۔ یہ باریکیاں مولوی نذیر احمد کی علمی بصیرت اور تجربے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی توجیہات سائنٹفک، نفسیاتی لحاظ سے موزوں، قابلِ فہم، دلچسپ اور ابتدائی تدریس کے اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ انھوں نے ترکیب لاحق، ترکیب سابق اور ترکیبِ طرفین میں اس عمل کو خصوصی طور ملحوظ رکھا ہے۔

مرکبات کا تعارف حروف کے جوڑ کا طریقہ:

قواعد متعلقہ ترکیبِ لاحق:

جو اگلے حرف سے ترکیب دی گئی ہو اور پچھلے حرف سے نہ ملا ہو، جیسے باب میں ''الف کا ب'' سے ملنا۔ اس سلسلے میں انھوں نے مختلف قاعدے بیان کیے ہیں، قاعدہ؟ اول، دوم، سوم اور چہارم۔ ترکیب لاحق کی تختی بنا کر عملی مثالیں بھی دی ہیں۔ علاوہ ازیں اساتذہ کے لیے رہنما اصول بھی دیے ہیں (۲۴)۔

ترکیب سابق:

ایک حرف کسی حرفِ ماقبل یعنی ایسے حرف سے ملا ہو جو اس سے پہلے ہو، جیسے رنج میں ''ن کا ج'' سے ملنا۔ بس یہ حرف خود آخری ہوگا اور اگر یہ حرف آخر نہ ہوگا تو ترکیبِ طرفین کی صورت پیدا ہوگی۔ انھوں نے ترکیبِ سابق کے پانچ قاعدے بھی لکھتے ہیں (۲۵)۔

ترکیبِ طرفین:

وہ حرف جو اگلے، پچھلے دونوں حرف سے ملا ہو جیسے ثمن، علم، عقل، عمل (۲۶)۔

اس رسالے میں مولوی نذیر احمد نے حروف کو جوڑنے کے جو اصول بیان کیے ہیں، جس قسم کی ترکیب بندی اور اصطلاحات سازی کی ہے، اردو املا کی تاریخی روایت میں اس نوعیت کی مثال ان سے پہلے نہیں ملتی۔ خود رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو املا میں تراکیب کے ذیل میں ان کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے کہ یہ اصطلاحیں، مولوی نذیر احمد کے رسالے رسم الخط سے ماخوذ ہیں (۲۷)۔

ذ اور ز کی بحث:

مولوی نذیر احمد کی رائے تھی کہ چونکہ ذ، ض، ظ عربی سے مخصوص ہیں ضرور ہے کہ لفظ گزر میں ز ہوگی (۲۸)۔

حرف ''ز'' عربی سے مخصوص ہے تاہم لفظ ''گزر'' عربی کا نہیں بلکہ بقول طالب الہاشمی یہ اردو کے مصدر ''گزرنا'' اور ''گزارنا'' سے ہیں۔ان دونوں مصدروں کے مشتقات کو ''ز'' سے لکھنا درست ہے اور ''ذ'' سے لکھنا غلط۔اس قبیل کے الفاظ کا صحیح املا ''گزرا، گزرگیا، گزاردینا، گزارا (یا گزارہ) گزربسر'' ہوگا(۲۹)۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے خیال میں اردو میں گذر، اور گذارا اور اس کے مشتقات کو ''ز'' سے لکھتے ہیں اور کچھ بے جا بھی نہیں۔مگر ''ذ'' بھی ان لفظوں میں صحیح اور جائز ہے(۳۰)۔احسن مارہروی کے مطابق گزارش، گزرا، گزشتن کے الفاظ ''ز'' سے درست ہیں(۳۱)۔رشید حسن خان(۳۲) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ(۳۳) بھی ''ز'' سے درست قرار دیتے ہیں، البتہ مقتدرہ قومی زبان کی سفارشاتِ املا میں ''ذ'' سے گذارش لکھا گیا ہے(۳۴)۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ''ز'' سے لکھا ہے، ان کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر گذارش لکھیں گے تو یہ گذاشتن سے مشتق قرار پائے گا، جس کا مطلب ہوگا چھوڑنا۔ گزرنا، گزارنا، اردو کے مصادر ہیں، ان سے بننے والے لفظ ''ز'' سے لکھے جائیں گے، مثلاً: گزرا، گزرے ہوا، گزرجانا، گزارا، گزربسر، گزارلینا، گزاردیناوغیرہ۔خیال رہے کہ اردو، ہندی اور انگریزی الفاظ میں ہمیشہ ''ز'' لکھی جائے گی(۳۵)۔گویا مولوی نذیر احمد کی رائے بالکل درست تھی کہ گزر ''ز'' کے ساتھ لکھا جائے گا نہ کہ ''ذ'' کے ساتھ۔

ت اور ٹ کی بحث:

''ٹ اور ڈ اور ڑ کے اوپر ''ط'' کا نشان ہے اور اب یہ جدید شان نکلی ہے کہ ''ط'' کے عوض چھوٹی سی فرضی لکیر کردیتے ہیں جیسے (ت کے اوپر لکیر یعنی انگریزی کے (-) کی طرح، اسی طرح ''ر'' اور ''ٹ'' کے لیے ''ت'' کے اوپر بھی یہی ڈیش لکھ دیتے ہیں۔''(۳۶) ٹ، ڈ اور ڑ پر ط اور ــ کا نشان اور اس کی روایت: ۲۲-۱۴۲۱ء تک ٹ، ڈ اور ڑ کے لیے کوئی نشان نہ تھا بلکہ ت، د اور ''ر'' ہی استعمال ہوتا تھا۔کوئی مخصوص ضابطہ نہ تھا۔ٹ، ڈ اور ڑ کی نمائندگی کرنے کے لیے اس کے نیچے تین نقطے لگائے جاتے تھے(۳۷)۔۱۵۰۰ء و مابعد تک ت، د اور ر کی طرح ہی لکھتے جاتے تھے، ۱۵۰۶ء تک تین اور کہیں چار نقطے اوپر لگانے کا رجحان ملتا ہے۔۱۵۹۴ء تک یہی روایت ملتی ہے(۳۸)۔۱۶۷۳ء تک ٹ، ڈ اور ڑ کے لیے یہی علامت رہی۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے مطابق ابن عماد کاشانی کے شمائل الاتقیا میں فقرہ یا عبارت ختم ہونے پر ہر جگہ ایک بڑا گول دائرہ (سرخ) دیا جاتا گویا اس زمانے سے ہماری زبان میں علاماتِ وقف نظر آنے لگے تھے(۳۹)۔ حافظ محمود شیرانی کے مطابق ۱۷۸۶ء و مابعد گجرات میں ان پر ضرب × کا نشان بھی ملتا ہے(۴۰)۔۱۶۶۸ء میں ''ر'' پر چار نقطے ملتے ہیں۔اسی صدی کے ایک مخطوطے میں ''ڈ'' کے اوپر دو نقطے اور اس کے اوپر ــ کا نشان ملتا ہے۔گویا مولوی نذیر احمد جس کو نئی روایت کہتا ہے وہ روایت ان تک پہنچتے عملاً پرانی ہو چکی تھی۔بعد میں یہ انداز اٹھارھویں صدی کے آخر میں نستعلیق ٹائپ میں بھی ملتا ہے۔

غرائب اللغات، نوادر الالفاظ ۱۷۵۲ء کے مختلف نسخوں کا املائی مطالعہ اس سلسلے میں اہم ہے۔عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ تائے ہندی (ٹ) رائے ہندی یعنی (ڑ) اور دالِ ہندی (ڈ) کے لیے موجودہ علامت (ط) انگریزوں کے زمانے کی یادگار ہے مگر ان نسخوں کو دیکھ کر یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے کیوں کہ ان میں ان حروف کے لیے (ط) کی علامت موجود ہے،

اس کے علاوہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان حروف کے اوپر چار نقطے ڈال دیے گئے ہیں۔(ط) علامت نسخہ (الف) میں مکمل (ط) نہیں بلکہ عربی ہندسہ ۴ سے مشابہ ہے۔ ممکن ہے چار نقطوں کی بجائے محض (۴) کا عدد مختصر اور سہل سمجھ لیا گیا ہو اور بعد میں یہی (۴) بگڑتے بگڑتے (ط) بن گیا ہو(۴۱)۔۱۷۸۷ء کے فارسی، اردو اخبارات کے نستعلیق ٹائپ نمونوں میں ٹ، ڈ اور ڑ کے لیے دو نقطے اور اوپر ڈیش کا نشان ملتا ہے(۴۲)۔

ی اور ے کی بحث:

مولوی نذیر احمد کے خیال میں ''ی اور ے'' ایک حرف کی دو صورتیں ہیں(۴۳)۔ بڑی ''ے'' الگ حرف تہجی ہے کیونکہ اردو میں یائے مجہول ''ے'' کا الگ استعمال ہے(۴۴) ان دونوں حروف کی آوازوں اور استعمال میں فرق ہے، مانا کہ کہیں کہیں ان کی آوازیں ایک جیسی سنائی دیتی ہیں تاہم صوتیات کی ترقی نے آوازوں کے فرق، الفاظ میں ان کے استعمال یہاں تک کہ شکلوں اور جوڑوں میں بنیادی فرق کو بھی واضح کر دیا ہے۔

ہ اور ھ کی بحث:

''ہ اور ھ'' ایک حرف کی دو شکلیں ہیں، ''ہ کو ہے اور ھ'' کو دو چشمی ھ کہتے ہیں۔ ''ہ اور ھ'' حرف واحد لیکن دستور یہ ایسا ہے کہ مخلوط میں ہمیشہ دو چشمی ھ لکھی جائے گی۔ تھا، تھاں(۴۵) ''ہ'' کہاں، بہاروں، کہا(۴۶)۔ لسانیات کی زبان میں یہ الگ صوتیے (فونیم) ہیں(۴۷)۔ مولوی عبدالحق نے پہلی بار ہائیہ آوازوں (بھ، پھ، جھ) کو حروفِ تہجی میں شامل کیا(۴۸)۔ بیسویں صدی کے پہلے ۵۲ برسوں تک یہ حروف تہجی میں شامل نہ تھے۔ دو چشمی ''ھ'' الگ حرفِ تہجی ہی نہیں بلکہ (۵۱) soundsAspirated یعنی مخلوط آوازیں ہیں وہ اب ہمارے حروفِ تہجی کا حصہ ہیں۔

مولوی نذیر احمد کا خیال تھا کہ ''ی'' کی تین اقسام ہیں۔(۱) معروف جیسے آری، ساتھی۔(۲) مجہول جیسے تمنے [تم نے] واسطے، لیے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے لیے لکھا ہے نہ کہ لئے (۳) ماقبل مفتوح جیسے طَی، ہَی۔ وہ لکھتے ہیں: کہ پس یائے معروف ہمیشہ گول لکھی جاتی ہے اور یائے مجہول لمبی اور یا قبل مفتوح آدھی جیسے طَی، ہَی۔ [نصف دائرہ](۴۹) احسن مارہروی کا بھی یہ خیال تھا کہ یائے معروف و مجہول کا لحاظ تو عام طور پر کیا جاتا ہے مگر یائے قبل مفتوح کی کتابت کوئی خاص نہیں۔ اس کے لیے نصف دائرہ مناسب ہے جیسے ''ہَی، شَی، ھَی'' وغیرہ۔[نصف دائرہ](۵۰) اردو میں نصف دائرے کی روش کافی طویل عرصے تک رہی ہے۔ بشمول دیگر تحریری آثار غالب کے خطوط میں بھی یہ انداز کثرت سے ملتا ہے، جیسے: جہان [جہاں] ہزار داغ ہیں [ہیں] ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کے زیرِ بار یے سی [سے] دل کڑتا ہی [ہے](۵۱)۔

اردو میں ٹائپ اور بعد ازاں کمپیوٹر کمپوزنگ کی دشواریوں سے بھی یائے ماقبل مفتوح کی تحریر مشکل ہونے لگی۔ علاوہ ازیں بحیثیت مجموعی علمائے املا کے ہاں بھی اس روش کو پذیرائی نہ مل سکی اور بیسویں صدی کی ابتدائی چند دہائیوں میں ہی یہ روش مفقود ہونے لگی۔

نون غنہ:

''دستور ہے کہ نون غنہ جب آخر کلمے میں ہو تو نصف دائرہ لکھا جائے گا اور نونِ ظاہر پورا۔ اور اب لوگ یوں بھی فرق کرنے لگے ہیں کہ نونِ ظاہر کے پیٹ میں نقطہ دیتے ہیں غنہ میں نہیں۔''(۵۲)

یاد رہے کہ مقتدرہ قومی زبان اور اردو لغت بورڈ نے ''ں'' کو اردو میں اب الگ حرف تہجی کے طور پر تسلیم کر لیا ہے(۵۳)۔

الف مقصورہ، ممدودہ اور ہمزہ کی بحث:

الف دو قسم کا ہے مقصورہ اور ممدودہ۔ مقصورہ: جس کا تلفظ اختصار کے ساتھ ہو جیسے امرود، انار۔ ممدودہ: جس کے بولنے میں دیر لگے۔ آلو، آڑو، آم۔ ممدودہ کے اوپر اس صورت (˜) کا نشان لگاتے ہیں(۵۴)۔

اردو میں الف مقصورہ اور ممدودہ الگ شناخت کے حامل ہیں اور صوتی اور صوری لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ الگ تصور کیے جاتے ہیں۔ الف مقصورہ یعنی کھڑا الف جیسے مصطفیٰ، عقبیٰ کے استعمال کا ذکر انھوں نے یہاں نہیں کیا البتہ خلافِ تلفظ املا میں کے باب میں کیا ہے۔

ہمزہ کی بحث:

مولوی نذیر احمد کے مطابق ہمزہ کوئی حرفِ مستقل نہیں ہے، وہی ایک حرف کہ ساکن ہو تو الف جیسے کا، لا، کھا اور متحرک ہو تو ہمزہ جیسے اگر، اکثر، امرود، اوپر، اس، لیکن ان سب صورتوں میں ہمزہ اور الف کی ایک شکل ہے اور جو قواعد الف سے متعلق ہیں وہ سب ہمزہ پر بھی موثر ہیں۔ ایک خاص صورت بھی ہے اور خاص ارود میں لفظ کے بیچ میں الف اور ی، و، ے کے پہلے آتا ہے۔ مثلاً آؤ، کھاؤ، جاؤ، لاؤ، رائی، کائی، نائی، بھائی؛ ایسی صورت میں ہمزہ علیحدہ اوپر لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو الفاظ عربی اردو میں مستعمل ہیں ان میں اکثر فاعل کے صیغے ہیں جیسے لایق، شایق تو یہ ہمزہ بقاعدہ عربی اصل میں ''ی'' ہے اس واسطے ''ی'' لکھکر [لکھ کر] اوپر ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اصل میں ''ی'' اور تلفظ میں ہمزہ ہے(۵۵)۔

مولوی نذیر احمد کا نظریہ کہ ہمزہ حرفِ مستقل نہیں ہے، اردو کے حوالے سے محلِ نظر ہے۔ اردو حروفِ تہجی میں ہمزہ طویل عرصے تک علمائے املا کے درمیان اختلاف کا باعث رہا ہے۔ اس کو اردو میں مستقل حرف کی حیثیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق ہمزہ کی تہنید ہو چکی ہے اور اس کے بغیر رسم الخط نامکمل ہے(۵۶)۔ ہمزہ کو ''آ، ی، ے، ہ، ھ اور مخلوط حروف کی طرح الگ حرفِ تہجی تسلیم کیا جا چکا ہے (۵۷)۔ جہاں تک؛ آؤ، کھاؤ، جاؤ، لاؤ، رائی، کائی، نائی، بھائی، لائق، شائق کے املا کا تعلق ہے، علمائے املا میں اس حوالے سے اختلاف ملتا ہے۔ تاہم مولوی نذیر احمد کے اس نظریے سے کافی حد تک اتفاق بھی ملتا ہے۔

حفیظ الرحمان واصف کے مطابق جن الفاظ کے آخر میں الف ہوتا ہے، مضاف ہونے کی صورت میں ایک ''ے، ئ'' کا اضافہ کیا جاتا ہے، جیسے خدائے سخن وغیرہ(۵۸)۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا خیال ہے کہ اگر کسی لفظ میں دو

مصوتے ساتھ ساتھ آئیں تو اسے ہمزہ سے لکھنا چاہیے، جیسے: غائب، فائدہ کھائے وغیرہ (۵۹) وہ بابائے اردو لکھتے ہیں جب کہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (۶۰) رشید حسن خاں (۶۱) ڈاکٹر رؤف پاریکھ (۶۲) اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (۶۳) ے پر ہمزہ لگانے کے حق میں نہیں۔ اسی طرح رشید حسن خاں (۶۴) اور رفیع الدین ہاشمی (۶۵) نمائش، زیبائش وغیرہ جیسے الفاظ پر ہمزہ لگانے کے حق میں نہیں۔ البتہ حفیظ الرحمان واصف (۶۶) خلیق انجم (۶۷) شمس الرحمان فاروقی (۶۸) مرزا خلیل احمد بیگ (۶۹) اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ (۷۰) ان الفاظ پر ہمزہ لگانے کے حق میں ہیں۔ رشید حسن خاں (۷۱) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (۷۲) اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ (۷۳)؛ بناو، بچاو وغیرہ جیسے الفاظ کے اوپر ہمزہ لگانے کے حق میں نہیں البتہ دیگر علما اس کی تائید کرتے ہیں۔

تنوین:

''بعض الفاظِ عربی فصیح اردو میں مستعمل ہوتے ہیں جن کی کتابت خلافِ تلفظ ہے جیسے جبراً، قہراً، طوعاً، کرہاً، اشارۃً، کنایۃً (۷۴)۔ اب اشارتاً اور کنایتاً کی تحریر عام ملتی ہے۔ شان الحق حقی (۷۵) اور رشید حسن خاں (۷۶) نے بھی الف پر تنوین لگا کر لکھنے کی سفارش کی تھی۔

حروف شمسی:

عبدالرحیم، عبدالصمد، عبدالستار، فریدالدین، محی الدین (۷۷)۔

رشید حسن خاں کا خیال تھا کہ حروف شمسی میں الف لام خاموش ہے اور تلفظ میں نہیں آتا (۷۸)۔ وہ جیسا بولو ویسا لکھو کے حق میں تھے یہی وجہ ہے کہ عربی کے بہت سارے الفاظ کا املا انھوں نے تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی، تاہم پذیرائی نہ مل سکی۔

حروف قمری:

حتی الوسع، حتی الامکان، حتی المقدور، بولہوس، بولعجب، بوالفضول، عبدالمغنی، ابوالفضل، ابوالحسن (۷۹)۔

رشید حسن خاں امکان بھر، مقدور بھر، بل ہوس، بل عجب اور بل فضول لکھنے کے حق میں تھے (۸۰)۔ مولوی نذیر احمد نے عربی انداز املا کو برقرار رکھا ہے، انھوں نے رسالے کا نام ہی رسم الخط یعنی قواعدِ املا و انشائے خط عربی، فارسی و اردو رکھا گویا ان کے پیشِ نظر ان زبانوں کے املا میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔

الف مقصورہ:

موسیٰ، عیسیٰ، یحییٰ، مصطفیٰ، مرتضیٰ، مجتبیٰ، اللہ تعالیٰ، دعویٰ، تقویٰ، الفاظ کا طریقہ تحریر بھی یاد کر لینا چاہیے (۸۱)۔

الف مقصورہ (کھڑا الف) متنازعہ فیہ رہا ہے۔ قرآنی الفاظ کے املا کے حوالے سے بھی علما کے درمیان اختلاف کا عنصر نمایاں رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (۸۲) جوش ملیح آبادی (۸۳) غلام رسول (۸۴) ترقی اردو بورڈ (۸۵) اردو انسائیکلوپیڈیا (۸۶) انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان درج بالا الفاظ پر الف مقصورہ کے حق میں تھے۔ تاہم رشید حسن خان کا خیال تھا کہ موسا، مصطفا، مجتبا، عیسا، دعوا اور تقوا لکھنا چاہیے (۸۷)۔ رفیع الدین ہاشمی ادنا، اعلا، دعوا، وغیرہ لکھنے کے حق

میں ہیں البتہ درج بالا اسمائے معرفہ کے حوالے سے وہ بھی الف مقصورہ لکھتے ہیں (۸۸)۔رسالے میں بعض الفاظ کے املا کا جو انداز ملتا ہے وہ اب کافی حد تک بدل گیا ہے۔ایک سطر میں پڑھا اور پڑھایا جب کہ دوسری سطر میں پڑہا اور پڑہایا لکھا ہے (۸۹)۔گویا کاتب نے یکسانیت املا کا خیال رکھا اور نہ ہی مولوی صاحب نے پروف خوانی کو زیادہ اہمیت دی۔ لوگونکو[لوگوں کو]یھہ [یہ] پہروں[پھروں]جگھہ جگھہ [جگہ جگہ]مدتون تک[مدتوں تک] (۹۰) مہارۃ [مہارت] نسبتہً [نسبتاً]صورۃً [صورتاً]لفظ دھو کے اس طرح لکھا ہوا ملتا ہے[دہوکے] کثرۃ، عادۃ، نرہنا[نہ رہنا]وغیرہ (۹۱)۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی نذیر احمد،رسم الخط یعنی قواعدِ املا و انشائے خط :عربی ،فارسی و اردو ،(علی گڑھ: مطبع انسٹیٹیوٹ،۱۸۷۷ء)

۲۔ مولوی نذیر احمد،رسم الخط یعنی قواعدِ املا و انشائے خط ،عربی ،فارسی و اردو ،(دہلی: صدیقی پریس،۱۹۱۲ء)،باردوم

۳۔ رسم الخط یعنی قواعدِ املا و انشائے خط ،عربی ،فارسی و اردو،باردوم،ص۳

۴۔ القرآن۳۰:۲

۵۔ مولوی نذیر احمد،رسم الخط ،سرورق

۶۔ رسم الخط،ص۱

۷۔ ایضاً،ص۲

۸۔ فرمان فتح پوری،اردو املا و قواعد،(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۷ء)،مرتبہ،طبع اول

۹۔ رسم الخط،ص۵

۱۰۔ ایضاً،ص۶

۱۱۔ رشید حسن خاں،اردو املا ،(دہلی: نیشنل اکادمی،۱۹۷۴ء)،طبع اول،ص۱۲

۱۲۔ اردو املا،ص۲۱

۱۳۔ ایضاً،ص۱۲

۱۴۔ ایضاً،ص۲۲

۱۵۔ غلام مصطفیٰ خان،اردواملا کی تاریخ،مشمولہ: اردو املا ورموزِ اوقاف ،(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶ء)،مرتبہ: گوہر نوشاہی،ص۲

۱۶۔ رسم الخط،ص۵

۱۷۔ ایضاً،ص۴

۱۸۔ مولوی عبدالحق،قواعدِ اردو،(کراچی: انجمن ترقیِ اردو،۲۰۱۳ء)،مرتبہ،ص۲۵۲

۱۹۔ رسم الخط،ص۷

۲۰۔ ایضاً،ص۱۷

۲۱۔ ایضاً،ص۶

۲۲۔ سید عبداللہ، اردو رسم الخط کی فلسفیانہ بنیادیں، مشمولہ: اردو رسم الخط، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)، مرتبہ: شیما مجید، طبع اول، ص۲۷۲

۲۳۔ رسم الخط، ص۷ ۲۴۔ ایضاً، ص۱۰

۲۵۔ ایضاً، ص۱۸ ۲۶۔ ایضاً، ص۲۰

۲۷۔ اردو املا، ص۵۰۳

۲۸۔ رسم الخط، ص۵

۲۹۔ طالب الہاشمی، اصلاح تلفظ و املا، ا(لاہور: القمر انٹر پرائزز، اردو بازار، ۲۰۰۳ء)، ص۱۰۲

۳۰۔ غلام مصطفیٰ خان، جامع القواعد، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۰ء)، ص۱۷۷

۳۱۔ جامع القواعد، ص۱۷۱

۳۲۔ رشید حسن خان، اردو کیسے لکھیں، (لاہور: رابعہ بک ہاؤس، ۱۹۸۳ء)، طبع اول، ص۳۶

۳۳۔ گوپی چند نارنگ، املا نامہ، (دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۰ء)، طبع اول، ص۶۰

۳۴۔ اعجاز راہی، سفارشاتِ اردو املا و رموزِ اوقاف، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، مرتبہ، طبع اول، ص۱۸

۳۵۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، صحتِ املا کے اصول، (لاہور: مطبوعاتِ سلیمانی، ۲۰۰۹ء)، طبع اول، ص۱۱

۳۶۔ رسم الخط، ص۶

۳۷۔ غلام مصطفیٰ خان، اردو املا کی تاریخ، مشمولہ: علمی نقوش، (حیدرآباد: شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء)، طبع اول، ص۱۰۹۔۱۱۰

۳۸۔ اردو املا کی تاریخ، مشمولہ: علمی نقوش، ص۱۱۰۔۱۱۱

۳۹۔ ایضاً، ص۱۱۴

۴۰۔ حافظ محمود شیرانی، پنجاب میں اردو، حصہ اول، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء)، ص۱۶

۴۱۔ سراج الدین علی خان آرزو، نوادر الالفاظ، (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۲ء) مرتبہ: ڈاکٹر سید عبداللہ، طبع دوم، ص۴۵۔۴۶

۴۲۔ اردو املا کی تاریخ، مشمولہ: علمی نقوش، ص۱۳۳

۴۳۔ رسم الخط، ص۶

۴۴۔ رؤف پاریکھ، صحافت کی زبان اور اردو املا کا انتشار، مشمولہ: قومی زبان، (کراچی: انجمن ترقی اردو، اپریل ۲۰۱۶ء)، جلد ۸۸ شمارہ ۶، ص۱۷

۴۵۔ رسم الخط، ص۶

۴۶۔ ایضاً،ص۲۶

۴۷۔ رؤف پاریکھ،اردو میں حروف تہجی کی تعداد،ملاحظہ ہو:

https//:jang.com.pk/amp/662616

۴۸۔ قواعدِ اردو، ص۲۵۲

۴۹۔ رسم الخط،ص۲۶

۵۰۔ جامع القواعد،ص۱۷۱

۵۱۔ رشید حسن خاں،انشاے غالب ،(کراچی:ادارۂ یادگارِ غالب،۲۰۰۱ء)،طبع اول،ص۱۷۰

۵۲۔ رسم الخط،ص۲۶

۵۳۔ رؤف پاریکھ،اردو میں حروف تہجی کی تعداد،ملاحظہ ہو:

https//:jang.com.pk/amp/662616

۵۴۔ رسم الخط،ص۲۷

۵۵۔ ایضاً،ص۲۷۔۲۸

۵۶۔ گوپی چند نارنگ،اردو زبان اور لسانیات (لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)طبع اول،ص۱۳۵

۵۷۔ رؤف پاریکھ،اردو میں حروف تہجی کی تعداد،ملاحظہ ہو:

https//:jang.com.pk/amp/662616

۵۸۔ حفیظ الرحمان واصف،ادبی بھول بھلیاں :زبان وقواعداوراردواملا پر تنقید،(دہلی:کلر پرنٹنگ پریس،۱۹۷۹ء)،طبع اول،ص۱۱۹۔۱۲۰

۵۹۔ اردو زبان اور لسانیات،۱۳۶

۶۰۔ جامع القواعد، ص۱۴۲

۶۱۔ اردو املا ،ص۳۶۴

۶۲۔ رؤف پاریکھ،صحافت کی زبان اوراردواملا کاانتشار،مشمولہ: قومی زبان،ص۱۷

۶۳۔ صحتِ املا کے اصول،ص۱۰

۶۴۔ اردو املا ،ص۴۱۲

۶۵۔ صحتِ املا کے اصول،ص۱۰

۶۶۔ حفیظ الرحمان واصف،ادبی بھول بھلیاں،ص۱۱۹۔۱۲۰

۶۷۔ خلیق انجم،اردواملا مسائل اور تجویزیں،مشمولہ: اخبارِ اردو ،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،جلد

۶،شمارہ۸،۱۹۸۹ء)،ص۲۶

۶۸۔ شمس الرحمان فاروقی،لغاتِ روزمرہ،(کراچی:آج پبلشرز،۲۰۰۹ء)،طبع چہارم،ص۵۷

۶۹۔ مرزاخلیل احمد بیگ،آئیں اردو سیکھیں،(دہلی:ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء)،طبع اول،ص۶۳

۷۰۔ صحافت کی زبان اوراردواملاکاانتشار،مشمولہ: قومی زبان،۱۷

۷۱۔ اردو املا ،ص۴۱۲

۷۲۔ صحتِ املا کے اصول،ص۱۰

۷۳۔ صحافت کی زبان اوراردواملاکاانتشار،مشمولہ: قومی زبان،ص۱۷

۷۴۔ رسم الخط،ص۲۸

۷۵۔ شان الحق حقی،لسانی مسائل و لطائف،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۶ء)،طبع اول،ص۱۷۷

۷۶۔ اردو کیسے لکھیں،ص۱۱۵ ۷۷۔ رسم الخط،ص۲۸

۷۸۔ اردو املا ،ص۵۹ ۷۹۔ رسم الخط،ص۲۸

۸۰۔ اردو ملا،ص۲۶۷ ۸۱۔ رسم الخط،ص۲۸

۸۲۔ عبدالستارصدیقی،اردواملا،مشمولہ: اردو املا و رموزِ اوقاف کے مسائل،ص۳۴۔۳۵

۸۳۔ جوش ملیح آبادی،امالہ،لغوی تشریح اورقواعد،مشمولہ: اردو املا و قواعد ،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۷ء)،مرتبہ:فرمان فتح پوری،طبع اول،ص۳۸

۸۴۔ غلام رسول،اردو املا ،(دکن:ادبیاتِ اردو،۱۹۶۰ء)،طبع اول،ص۶۰

۸۵۔ گوپی چند نارنگ،سفارشاتِ املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ(بھارت)مشمولہ: اردو املا و رموزِ اوقاف،ص۲۹۷۔۳۰۱

۸۶۔ سیدعبداللہ،اردوانسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات،مشمولہ: اردو املا و رموزِ اوقاف،ص۱۷۸

۸۷۔ اردو املا ،ص۶۸

۸۸۔ صحت املا کے اصول،ص۸

۸۹۔ رسم الخط،ص۱

۹۰۔ ایضاً،ص۲۱

۹۱۔ ایضاً،ص۳۱